''محکمات عالم قرآنی''، اقبالیات میں ایک وقیع اضافہ

ڈاکٹر جنید احمد ہاشمی *

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

علم وفضل کے میدانوں میں ڈاکٹر محمود احمد غازی رحمہ اللہ جیسے دیدہ ور صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں۔ آپ کی وفات علمی اور دینی حلقوں کے لیے تکلیف دہ تو ہے ہی، آپ کا انتقال پاکستان اور عالم اسلام کے لیے بڑا خسارہ بھی ہے

زیر نظر مقالہ میں ڈاکٹر غازیؒ کی کتاب ''محکمات عالم قرآنی یا قرآنی دنیا کی امتیازی خصوصیات اور اس کی بنیادیں، جاوید نامہ کی روشنی میں'' کا تعارفی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر غازی اور اقبالیات:

ڈاکٹر غازی علامہ اقبال کی تجدیدی فکر کے امین اور ترجمان تھے۔ اسلامی ریاست، اسلامی قانون وفکر، نظریہ پاکستان اور اس کے تقاضوں کے حوالہ سے جب بھی گفتگو ہوتی تو ڈاکٹر صاحب علامہ اقبال کے اس تاریخی قول کو ضرور ذکر فرماتے تھے۔

> ''میرا عقیدہ یہ ہے کہ جو شخص زمانہ حال کے جیورس پروڈنس (اصولِ قانون) پر تنقیدی نگاہ ڈال کر احکام قرآنیہ کی ابدیت کو ثابت کرے گا، وہی اسلام کا مجدد ہوگا اور بنی نوع انسان کا سب سے بڑا خادم بھی وہی شخص ہوگا۔ تقریباً تمام ممالک اسلامیہ میں مسلمان یا تو اپنی آزادی کے لیئے لڑ رہے ہیں یا قوانین اسلامیہ پر غور کر رہے ہیں غرض یہ وقت عملی کام کا ہے کیونکہ میری رائے میں مذہب اسلام گویا زمانہ کی کسوٹی پر کسا جا رہا ہے اور شاید تاریخ اسلام میں ایسا وقت اس سے پہلے کبھی نہیں آیا۔ (۱)

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ تفسیر علوم القرآن، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد۔

ڈاکٹر غازیؒ نے اپنی ساری زندگی ایسے ادارے اور رجال کار کی تیاری کے لیے وقف کر دی جو اقبال کے اس تصور کی تکمیل کر سکیں۔ آپ نے پاکستان میں قانون کی اسلامائزیشن کے حوالہ سے مصور پاکستان کی اسی قانونی فکر کو پروان چڑہانے کے لیے بہر طور مساعی کیں، اس فکر کی شرح و ترجمانی کی، ایسے ادارے قائم کیے جو اس فکر کو پروان چڑھائیں۔ آپ نے اپنی تحریروں اور محاضرات میں فقہ اسلامی کی تجدید کے حوالہ سے بہت تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

آپ نے مغربی قانون کے مختلف پہلوؤں کو فرداً فرداً بالاستعاب مطالعہ کیا اور پھر اسلام کے قانونی نظریات کے ساتھ ان کا مقارنہ کر کے اسلامی قانونی فکر کی بالادستی کو مبرہن کیا۔ آپ کے محاضرات فقہ، محاضرات شریعت، محاضرات معیشت، محاضرات قانون بین الممالک، Islam, International Law and the World Today، State & Legislation in Islam کا مطالعہ کرنے والے جان سکتے ہیں کہ ڈاکٹر غازی مرحوم نے کتنی محنت اور جانفشانی سے دنیا کی کئی زبانوں میں مختلف قانونی لٹریچر کا مطالعہ کر کے اقبال رحمۃ اللہ کے تصور تجدید فکر دینی کی تطبیق میں اپنا حصہ وافر ڈالا ہے۔

ڈاکٹر غازی رحمہ اللہ کا اقبالؒ سے تعلق شعری، روحانی، فکری اور قانونی تمام حوالوں سے بہت مضبوط تھا۔ بچپن ہی سے آپ کو اقبال کے ساتھ خصوصی شغف تھا۔ اقبال کی شاعری سے آپ کے شغف کا عالم یہ تھا کہ آپ کو اقبال کا پورا کلام زبانی یاد تھا۔(۲)

آپ کی اقبال شناسی کی بدولت آپ کو جوانی کے آغاز ہی میں اقبالیات کی خدمت کا ایک نادر موقع ہاتھ آ گیا اور آپ نے مثنوی ''پس چہ باید کرد اے اقوام شرق'' کا عربی زبان میں نثری ترجمہ بعنوان: ''والآن ماذا نصنع یا اُمم الشرق'' کے نام سے کیا۔ کتاب کا قصہ بتاتے ہوئے آپ نے مقدمہ میں تحریر فرمایا ہے(۳) کہ 1968 میں جب آپ راولپنڈی کے ایک دینی مدرسہ میں عربی زبان اور اسلامی تہذیب کے مضمون پڑھاتے تھے، چھٹی کے ایام میں ادارہ تحقیقات اسلامی کی لائبریری میں بغرض مطالعہ تشریف لایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ نے ایک وجیہ صورت، خوش پوش عربی بزرگ کو لائبریری میں بیٹھے دیکھا تو ازراہ شوق ان سے ملاقات کی، قصہ مختصر یہ کہ شیخ مذکور آپ کی عربی دانی سے بہت متاثر ہوئے پھر انہوں نے غازی صاحب سے ان کی فارسی زبان اور اقبال شناسی کے حوالہ سے سوالات کیے، جب انہیں آپ کی فارسی دانی و اقبال فہمی کا علم ہوا تو بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے بتایا کہ وہ مصر کے معروف شاعر صاوی شعلان ہیں جو کلام اقبال کو عرب دنیا میں منظوم عربی میں متعارف کروا چکے ہیں اور یہ کہ ان کی پاکستان آمد سرکاری طور پر اسی دینی و ملی خدمت کے سلسلہ میں ہے۔

غرض شیخ صاوی شعلان کو ڈاکٹر غازی کی صورت میں گوہر مطلوب ہاتھ آ گیا، جو اپنی علمی تکوین اور ممیّزات کے بناء پر مناسب ترین آدمی تھے جو اس دینی خدمت میں نابینا مصری شاعر کے لیے دیدۂ بینا بن سکیں۔

ڈاکٹر غازیؒ نے صاوی شعلان کے ساتھ دن رات کام کیا، آپ نے اقبال کے فارسی کلام کو فصیح عربی نثر میں منتقل کیا اور پھر صاوی شعلان نے اسے منظوم ترجمہ کی شکل دی۔(۳) ۱۴۳ صفحات پر مشتمل یہ کتاب دار الفکر دمشق سے 1988 میں شائع ہوئی۔اس کتاب کے اہم عربی عنوانات درج ذیل ہیں۔

- حكمة الكليم أو سياسة الانبياء
- حكمة الفرعون أو سياسة الطغاة
- لا الا الاالله
- الفقر
- الرجل الحر
- فی أسرار الشريعه
- دمعةعلى افتراق الشعب فی شبه القارة
- السياسة الحاضرة: أساليب الاحتيال للاحتلال
- كلمة موجهةالى الامة العربية
- والآن ماذا نصنع ياأمم الشرق
- الى رسول الله ﷺ

اقبالیات کے نت نئے گوشوں کی دریافت وتحقیق بہت سے اقبال شناسوں کے حصے میں آئی ہے تاہم اللہ تعالیٰ نے ڈاکٹر غازیؒ کے حصہ میں اقبالیات کی جو عظیم خدمت لکھ رکھی تھی، آپ سے پہلے کسی اور کے حصہ میں اس جامع و ہمہ گیر انداز میں نہیں آئی تھی۔

محکمات عالم قرآنی:

اس عظیم خدمت سے مراد ریاست الہیہ کے اس اقبالی خاکہ کی تفسیر وترجمانی ہے جو ''محکمات عالم قرآنی'' کی شکل میں طبع ہوئی ہے۔ شاید یہ موضوع کی حساسیت کا معاملہ تھا کہ تکوینی طور پر اس خدمت کے لیے ڈاکٹر غازیؒ کو آپ کی ہمہ جہت شخصیت، اخلاص وتقویٰ، اسلامی حمیت، زورِ قلم، جدید وقدیم کا رسوخ اور احساس لطیف جیسی خوبیوں کی بناء پر انتخاب کیا گیا۔

یہ کتاب اقبالیات کے باب میں یہ ایک بہت وقیع اضافہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر غازی کی اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں اپنی شان کے مطابق قبول فرمائے اور اس کی جزاء ڈاکٹر غازیؒ کو جزیل عطا فرمائے۔

135 صفحات پر مشتمل یہ کتاب بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کی دعوۃ اکیڈمی نے سال اقبال سن 2002ء کے لیے چھپوائی ہے۔ کتاب کے مضامین کو فہرست عنوانات کے تحت بیان نہیں کیا گیا۔ آغاز میں انتساب ہے جس میں غازی صاحب نے کتاب کو اپنی تین بیٹیوں کے نام منسوب کیا ہے جنہوں نے رمضان المبارک کی بابرکت راتوں میں کتاب کا املاء لیا اور مختصر وقت میں اس کی تحریر وتسوید میں ڈاکٹر صاحب کی مدد کی۔(۴) بعدازاں پیش لفظ پھر تمہید اور اس کے بعد قرآنی دنیا کے چار محکمات کو بیان کیا گیا۔ ان محکمات قرآنی کے تحت بہت سے اہم عنوانات میں جن کا مختصراً ذکر آئندہ سطور میں پیش کیا گیا ہے۔

قرآنی دنیا سے مراد کیا ہے؟ زیر نظر کتاب اس سوال کے جواب کے طور پر تحریر کی گئی ہے۔ پیش لفظ میں ڈاکٹر غازی صاحب نے مثالی دنیا کی دریافت کے حوالے سے انسانیت کی تشنگی کا ذکر کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

گزشتہ تین صدیوں سے اسلامی ادبیات اور اسلامی فلسفہ سیاست وقانون کا سب سے اہم موضوع یہ رہا ہے کہ اس مثالی دنیا کی ازسرنو دریافت کی جائے جو ہر مسلمان کے دل کی آواز ہے۔ اور جس کے حصول کے لیے نسل درنسل سعید روحوں نے جانوں کے نذرانے پیش کیے ہیں، مسلمان اہل فکر ونظر نے ہر دور میں اس حکومت الہیہ کی تفصیلات پر غور وخوض کر کے اس جہان مطلوب کے چہرے سے نقاب کشائی کی سعی فرمائی ہے۔

مسلمان مفکرین، فقہاء کرام، اہل شعر وادب اور اہلِ صحافت نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق اس تصور کی تفصیلات پیش کی ہیں۔ یہ سب لوگ اس آئیڈیل ریاست کی تکوین اور خدوخال کے حوالہ سے جزوی طور پر اگرچہ کہیں کہیں اختلاف رکھتے ہیں تاہم عالم قرآنی کے بنیادی تصورات اور عناصر کے حوالہ سے سب متفق اور یک زبان ہیں۔(۵)

بیسویں صدی میں اقبال کا نام ان مفکرین میں سب سے نمایاں ہے جنکو رائج الوقت نظاموں اور تصورات کے گہرے تنقیدی مطالعے کا موقع ملا۔ آپ نے رائج نظام ہائے سیاست و اقتصاد پر نہایت بالغ نظری سے تنقید کی اور اسلامی نظام کی برتری کو ثابت کیا۔(۶)

جاوید نامہ:

''جاوید نامہ'' اقبال کی تصنیفات میں ایک منفرد مقام رکھتی ہے۔ افکار کے لحاظ سے یہ کتاب مثنوی گلشن راز جدید اور اقبال کے سات انگریزی خطبات سے خاصی مربوط ہے تاہم یہ نہ صرف غیر معمولی دلچسپ ہے بلکہ اپنے موضوع واسلوب کے لحاظ سے پورے فارسی ادب کی ایک نادر کتاب ہے اور بالخصوص برصغیر کے دینی ادب میں ایک خصوصی مقام رکھتی ہے۔ جاوید نامہ دراصل ایک روحانی اور تصوراتی سفر کی شاعرانہ داستان ہے جو مرید ہندی (اقبال) کو پیر رومی (مولانا روم) کی معیت میں افلاک کا حاصل ہوا۔ ڈاکٹر غازی فرماتے ہیں کہ یہ معراج روحانی، معراجِ رسول اللہ ﷺ کے فکری اور روحانی پہلوؤں سے متاثر ہو کر لکھی گئی ہے۔

افلاک کا خیالی سفر اقبال کی دلپزیر آرزو رہا ہے۔ بانگ درا حصہ سوم میں بھی سیر فلک کے عنوان سے ان کی ایک دلچسپ نظم ملتی ہے(۷) جو اس طرح آغاز پذیر ہے۔

تھا تخیل جو ہم سفر میرا ——— آسمان پر ہوا گزر میرا
اڑا جاتا تھا اور نہ تھا کوئی ——— جاننے والا چرخ پر میرا
تارے حیرت سے دیکھتے تھے مجھے ——— رازِ سر بستہ تھا سفر میرا
حلقہء صبح و شام سے نکلا ——— اس پرانے نظام سے نکلا

اس روحانی سیاحت میں اقبال نے مرشد رومی کے ساتھ آسمانوں اور سیاروں کی سیر کی، ماضی کی عظیم شخصیتوں، ارباب مذاہب وفلسفہ، سیاسی لیڈروں اور ادبی تحریکوں کے علمبرداروں سے ملاقاتیں کی اور ان سے تبادلہ خیال کیا۔

اس سیر علوی کا آغاز ایک پرسوز مناجات سے ہوتا ہے۔ جس کا خاتمہ اقبال اس دعا پر کہ فرماتے ہیں کہ وہ اپنے زمانہ کی بوڑھی نسل سے مایوس ہو چکے ہیں، چونکہ وہ (اقبال) ماضی کی بات نہیں کرتے بلکہ مستقبل کی بات کرتے ہیں جو پیران کہن کو سمجھ میں نہیں آتی۔ لہٰذا نوجوانوں کے لیے ان کے کلام کو آسان بنا دیا جائے اور انہیں اقبالی گو ہر فکر سے آشنا کیا جائے۔(۸)

اس سیر فلک کے دوران چاند پر اقبال کی ملاقات حکیم ٹالسٹائی، افرنگین اور اہرمن وغیرہ سے ہوئی۔ ایک عارف ہندی اور اقبال کے درمیان حقیقت و معرفت کے بعض نکتوں پر گفتگو ہوئی۔ اس نے اقبال سے پوچھا مرگ عقل کیا ہے؟ اقبال نے جواب دیا ترکِ فکر مرگ عقل ہے۔ عارف ہندی نے پوچھا کہ مرگ قلب کیا ہے؟ جواب دیا ترک ذکر مرگ قلب ہے۔ سوال ہوا دین عامیاں کیا ہے؟ جواب ملا شنید ہے۔ سوال ہوا دین عارفاں کیا ہے؟ جواب ملا کہ دید ہے۔ (۹)

فلک زہرہ پر اقبال قدیم قوموں کے دیوتاؤں کی ایک محفل میں شریک ہوئے جو شاعر کی وہاں آمد کو اصنام کے حق میں نیک فال سمجھ کر کہنے لگے، مبارک ہو انسان پھر خدا سے بھاگ کر اور ادیان سماویہ کو ٹھکرا کر دوبارہ ماضی کی خرافیات کی طرف لوٹ رہا ہے۔

مریخ پر ایک نام نہاد پیغامبر عورت نظر آتی ہے۔ جو دنیا بھر کی عورتوں کو ماں بننے کے فرض سے دور رہنے کی تلقین کرتی ہے وہ مرد کو برے الفاظ سے یاد کرتی اور کہتی ہے کہ عنقریب عورتوں کے ہاں شوہروں کے بغیر ہی اولاد پیدا ہونے لگے گی۔ اقبال اس نبیہ کو مغرب زدہ قرار دیتے ہیں۔ رومی بھی عشق و محبت کے بارے میں اس منفی رجحان کی مذمت کرتے ہیں۔

مشتری پر اقبال نے منصور حلاج اور مرزا غالب سے ملاقات کی منصور حلاج سے تبادلہ خیال کے دوران ابلیس آ حاضر ہوا وہ شکوہ کر رہا تھا کہ اس زمانے کا انسان اسے مقابلہ کی دعوت نہیں دیتا۔ شاعر نے انسانوں کو غیرت دلائی ہے کہ وہ ابلیس اور اس کے لشکر کی مزاحمت کریں۔

زحل پر اقبال نے غدار وطن میر جعفر اور میر صادق کو دیکھا جو آگ اور خون کے دریا میں غوطہ زن ہیں۔ آتش دوزخ انہیں قبول کر لینے میں اپنی توہین جانتی ہے۔

افلاک سے باہر جرمن فلسفی فریڈرک نیٹشے سے ملاقات ہوئی۔ بہشت میں جب اقبال مشرقی سلاطین کے محلات کی طرف گئے تو بہت سے افراد سے تبادلہ خیال کیا۔ جموں و کشمیر کے مسائل کے حوالہ سے اقبال میر سید علی ہمدانی سے ملے۔ نادر شاہ اور احمد شاہ ابدالی کے ساتھ ایران و افغانستان کے مسائل زیر بحث آئے۔ برصغیر کے سیاسی مسائل اور فلسفہ شہادت پر سلطان ٹیپو سے گفتگو ہوئی۔ یہاں سے روانہ ہونے گئے تو حوران بہشتی نے تقاضا کیا کہ چند لمحے یہاں اور ٹھہرو لیکن زندہ رود ایزدی جلوؤں کا طالب تھا اور اس کا شیوہ تیز گام کی طرح سفر اور مسلسل سفر تھا۔

حوران بہشتی سے گزر کر شاعر خدا تعالیٰ کے حضور پیش ہوتے ہیں جہاں وہ تماشائے جمال میں غرق ہو جاتے ہیں۔ تماشائے جمال سرمدی کے دوران ندائے جمال بلند ہوتی ہے اور اک بار پھر وہی پیغام ملتا ہے جو اقبال شروع سے

دیتے آرہے تھے یعنی اپنی تقدیر خود بناؤ اور اپنا جہاں خود تعمیر کرو۔(۱۰)

کتاب کے آخر میں ایک ضمیمہ ہے جس کا عنوان خطاب بہ جاوید (سخنے بہ نژادنو) یعنی نئی نسل سے باتیں ہیں۔ یہ حصہ اخلاقی تعلیمات سے پُر ہے۔ اقبال نے نوجوانوں کو پیغام دیا ہے کہ وہ شخصیت ساز اشخاص کی صحبت اختیار کریں وہ بتاتے ہیں کہ:

مولانا روم کی کتابوں کی بڑی اہمیت ہے۔ رومی کے معتقد فرقہ مولویہ کے لوگ رومی کا کلام پڑھ پڑھ کر رقص کرتے ہیں۔ اقبال اس روش کو پسند نہیں کرتے ان کے خیال میں رومی نے رقص بدن کی نہیں رقص روح کی تعلیم دی تھی۔ رقص روح فرد اور قوم دونوں کے لیے بڑے فوائد کا حامل ہے لیکن اس کے لیے لالچ اور غم پر قابو پانا ضروری ہے۔ جو شخص حریص ہو اور جس کا دل غم کا تاثر فوراً قبول کر لے: اس کی روح رقص نہیں کر سکتی۔ ضمیمہ جاوید نامہ ان دو اشعار پر ختم ہوتا ہے:

اے مرا تسکین جان ناشکیب　　تو اگر از رقص جاں گیری نصیب
سرِّ دین مصطفیٰ گویم ترا　　ہم بقبر اندر دعا گویم ترا

یعنی اے نوجوان تو ہی میری بے صبر روح کی تسکین ہے اگر تو رقص جان سے بہرہ مند ہو جائے تو تب تجھے دین مصطفیٰ کے راز سمجھاتا رہوں گا اور مر کر قبر میں تیرے لیے دعا گو ہوں گا۔(۱۱)

پیر رومی اور مرید ہندی عطارد پر

ڈاکٹر غازی نے سیر روحانی کے اس حصہ سے جو عطارد سے متعلق ہے، کو اپنی کتاب کی بنیاد بنایا ہے۔ آپ نے کلام اقبال سے قرآنی نظریہ مملکت بڑی جامعیت اور سلاست کے ساتھ نثر میں منتقل فرمایا ہے۔ فلک عطارد پر ہونے والی معراج میں مختلف نظامہائے سیاست کے کمزور پہلوؤں کی نشاندہی کی گئی ہے، بعد ازاں آئیڈیل نظام جو کہ قرآنی جہاں کی صورت میں ہی ممکن ہو سکتا ہے، پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے اس جہان کے محکمات ذکر کیے ہیں۔ ذیل میں ڈاکٹر صاحب کی تحریر کا خلاصہ پیش ہے۔

اس معراج روحانی کے دوران اقبال پیر رومی کی معیت میں جب فلک عطارد پر پہنچتے ہیں تو اقبال کے کانوں میں اذان کی آواز آتی ہے۔ اقبال اس سنسانے میں اس آواز پر حیرت کا اظہار کرتے ہیں مرشد رومی انہیں بتاتے ہیں کہ یہ

فلک اولیاء کی قیام گاہ ہے۔ یہاں حضرت آدم نے بھی جنت سے نکلنے کے بعد دو ایک روز قیام کیا تھا اب یہاں جنید و بایزید جیسے اولیاء کرام کی روحیں مقیم ہیں۔

اذان کی آواز سن کر جب دونوں نماز کے ارادہ لے آگے بڑھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ دو آدمی نماز ادا کر رہے ہیں یہ دونوں حضرات حکیم مشرق علامہ جمال الدین افغانی اور مشہور عثمانی مفکر پرنس سعید حلیم پاشا تھے۔ رومی اقبال سے کہتے ہیں کہ مشرقی ماؤں نے ان دونوں سے بڑھ کر کسی کو نہیں جنا۔ ان کے فکر و نظر نے مشرقی سیاسیات کی کامیاب رہنمائی کی لیکن خاص طور سے افغانی نے مشرق کے مرد بیمار میں روح نشاط پھونک دی اور ایک سرے سے دوسرے سرے تک بیداری کی لہر دوڑ ادی۔ مرید ہندی اور مرشد رومی دونوں نے افغانی کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ افغانی نے نماز میں سورہ النجم پڑھی، زمان و مکان کی مناسبت، امام کی پرسوز شخصیت، قرآن کے جمال اور قراءت کی موزونیت نے سوز واثر کی عجیب فضا پیدا کر دی جس میں آنکھیں اشکبار اور دل بیقرار ہو اٹھے۔ (۱۲)

اقبال کہتے ہیں کہ میں نے نماز کے بعد ادب و محبت سے ان کے ہاتھ چومے۔ رومی نے ان سے میرا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ یہ سیلانی کسی منزل پر ٹھہرتا ہی نہیں اور دل میں تمناؤں کی ایک دنیا لیئے پھرا کرتا ہے۔ یہ مرد آزاد اپنے سوا کسی کا قائل نہیں قلندری و بے باکی اس کا پیشہ اور اسکی زندگی ہے میں اسی لیئے اسے ''زندہ رود'' (نہرِ رواں) کہتا ہوں۔ (۹)

افغانی ان سے خاکدان عالم کے احوال پوچھتے ہیں اور خاک نژاد لیکن نوری نہاد مسلمانوں کے بارے میں بیتابی سے سوال کرتے ہیں۔ اقبال نے انہیں بتایا کہ یہ امت جو تسخیر کائنات کے لیے اٹھی تھی اب دین و وطن کی کشاکش میں مبتلا ہے اب ایمان کی طاقت اور روح کی قوت اس میں باقی نہیں اور دین کی عالمگیری پر بھی اسے چنداں اعتبار نہیں۔ ترک و ایرانی مئے فرنگ سے مخمور اور اسکے مکر و فریب سے شکستہ و رنجور ہیں دوسری طرف اشتراکیت دین و ملت کی عزت سے کھیل رہی ہے۔

افغانی نے یہ سب صبر و سکون لیکن حزن والم کے ساتھ سنا اور وہ پھر یوں گویا ہوئے ''عیّار فرنگ نے اہل دین کو قوم و وطن کی پٹی پڑہائی وہ اپنے لیئے تو ہمیشہ نئے مرکز اور نو آبادیات کی فکر میں رہتا ہے لیکن تم میں پھوٹ ڈالے رہنا چاہتا ہے اس لیے تمہیں ان حدود سے نکل کر آفاقی اور عالمی رول ادا کرنا چاہیئے''۔

وطنیت پر اس تبصرے کے بعد افغانی اشتراکیت اور ملوکیت پر بھی تبصرہ کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ کارل مارکس کا نظریہ اشتراکیت صرف تن پرستی کی بنیاد پر قائم ہے۔ وہ حق ناشناس، مساواتِ شکم کی بنیاد پر انسانیت کے لیے قابل عمل

نظام کی تلاش میں تھا، جب کہ واقعہ یہ ہے کہ دنیا میں وہی نظام قابل عمل ہوسکتا ہے جس کی بنیاد اخوت انسانی پر ہو۔

اشتراکیت کی طرح ملوکیت کچھ لوگوں کی شکم پروری اور بدن کی فربہی کا سامان کرتی ہے اس کا سینہ نورِ قلب سے خالی اور دلِ بیدار سے تہی ہوتا ہے۔ ملوکیت کا مطمحِ نظر لوگوں کا خون چوسنا ہوتا ہے وہ زہر آلود زنبور کی طرح پھولوں کا شہد تو چوس لیتی ہے لیکن برگ وگل کو تنہا چھوڑ دیتی ہے۔ افغانی کا کہنا ہے کہ اشتراکیت اور ملوکیت دونوں خدا بے زار اور آدم فریب نظام ہیں۔ (۱۳)

سعید حلیم پاشا مغرب ومشرق کے حالات پر اپنی رائے ظاہر کرتے ہیں ان کے خیال میں اب مغرب کی بالا دستی کا سورج گہنا چکا ہے۔ وہ اقبال کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اب زندگی کو نیا سوز وساز تمہارے ہی جذبات سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اب ایک نئی دنیا پیدا کرنا تمہارا ہی کام ہے۔ تم قرآن میں غوطہ زن ہو کر دیکھو تمہیں قرآن کی آیات میں سینکڑوں نئے جہان نظر آئیں گے۔ اگر تمہارے سینے میں دل بیدار ہے تو تم اس نئے جہان کو دریافت کر سکتے ہو۔

پرنس سعید حلیم پاشا کی زبان سے جہان قرآن کا تذکرہ سن کر اقبال شکایت کرتے ہیں کہ آج ہماری کشتی کا نہ کوئی ناخدا ہے نہ ہمارے قافلے کا کوئی قافلہ سالار، ان حالات میں کوئی نہیں جانتا کہ عالم قرآن کہاں ہے اس پر افغانی جواب دیتے ہیں کہ یہ عالم قرآن ہمارے سینے میں گم ہے یعنی ہمارے تصورات، ہماری آرزوؤں اور ہمارے آئیڈیل کی صورت میں ہم میں سے ہر ایک کے دل میں یہ عالم موجود ہے۔ یہ عالم ظہور کے لیے تیار ہے اس کو صرف ایک نعرۂ قم کا انتظار ہے جب ملت مسلمہ کا اجتماعی ضمیر نعرۂ قم بلند کرے گا تو یہ عالم ظہور پذیر ہو جائے گا۔

یہاں افغانی نے عالم قرآن کی چار بنیادیں بتائی ہیں جن کو اقبال نے محکمات کا نام دیا ہے۔

ایک مفکر اور فلسفی کی حیثیت سے علامہ اقبال نے عالم قرآنی کی جن فکری بنیادوں کی نشاندہی کی، ایک ماہر قانون و سیاست کی حیثیت سے اس کے قانونی اور سیاسی پہلوؤں پر اظہار خیال کیا نیز ایک ماہر معاشیات کی حیثیت سے حق ملکیت زمین، معاشی عدل اور دولت کی منصفانہ تقسیم پر روشنی ڈالی ڈاکٹر محمود احمد غازی نے اپنی انہی مہارتوں کے ساتھ اس عالم قرآنی کو شستہ اردو زبان میں متشکل کر کے پیش کر دیا ہے۔

یہ اقبال کی قرآنی فکر کے حوالہ سے ریاست الٰہیہ کی ایک موضوعی تفسیر ہے جس سے غازی صاحبؒ نے قرآنیات کے طلبہ کو تحقیق کے لیے نیا افق فراہم کیا ہے۔ ڈاکٹر غازیؒ مثنوی مولانا روم سے بھی قرآنی نظریات کے ابراز کی تمنا رکھتے تھے۔ (۱۴)

بہر حال فکر اسلامی کے اساطین کے علمی کاموں میں قرآنی نظریات سے متعلق بکھرے ہوئے مواد کی بایں طور جمع آوری اور استخلاص فکر وادب کا ایک بہت مفید کام ہے۔

ڈاکٹر غازی محکمات عالم قرآنی کے عنوان سے اقبال کے بیان کردہ ان بنیادوں یا ستونوں پر نظر ڈالی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ عالم قرآنی دراصل چار بنیادوں پر قائم ہوتا ہے۔

1. ایمان / خلافت آدم
2. اخلاق / حکومت الٰہی
3. عدل / زمین اللہ کی ملکیت ہے
4. علم / حکمت خیر کثیر ہے

عالم قرآنی کی پہلی بنیاد، خلافت آدم / ایمان:

عالم قرآنی کی سب سے اولین اساس خلافت آدم کا وہ انقلاب آفرین پیغام ہے جو ظلم، عدم مساوات، نسل پرستی، لسانیت اور علاقائیت کے تمام غیر اسلامی تصورات ونظریات کی جڑ کاٹ دیتا ہے۔ قرآن کریم کی رو سے انسان کو خلافت الٰہی کے اعلیٰ مقام پر فائز کیا گیا ہے اور انسان کے اندر وہ صفات ودیعت کر دیئے گئے ہیں جن کی بناء پر وہ خلافت کے عظیم الشان منصب کا اہل قرار پاتا ہے۔ (۱۵)

آدم جسمانی حقیقت کے اعتبار سے مشت خاک ہے لیکن اپنی صلاحیتوں اور خصائص کے اعتبار سے ذات باری اور اس کی شان الوہیت کا مظہر ہے۔

گفت جان؟ گفتم کہ رمز لا الہ

بایں طور مردِ مومن علاقائی بندشوں سے پاک اور جغرافیائی حدود سے بالاتر ہے۔ گویا مومن اپنے افکار واعمال میں آفاقی ہے اور یہی آفاقیت اسلام اور مسلمانوں کا طرۂ امتیاز ہے۔ ہر مومن کے ذمہ اس آفاقیت کی حفاظت واجب ہے۔ چنانچہ اقبال نے ایسے نظریات کا تعاقب کیا جو احمد مرسل کے عالمی پیغام کو مقامی کر دیتے ہیں۔ آپ کے خیال میں چونکہ وطنیت اور وطنی قومیت کے ڈانڈے قادیانیت اور احمدیت جیسے شر پسند نظریوں سے جا ملتے ہیں جو ملت مصطفوی کو مقامی کرنے کے درپے تھیں، لہٰذا آپ نے نظریہ وطنیت کی تردید کی۔

محکمات عالم قرآنی میں ڈاکٹر غازی نے جاوید نامہ کے علاوہ اقبال کی دیگر تالیفات سے استفادہ کرتے ہوئے

کائنات میں انسان کے مقام ومرتبہ اوراس کی ذمہ داریوں کے حوالے سے کلام اقبال کی نہایت جامع تعبیر وتشریح ہے۔ اس سلسلہ میں خاندان کی بنیادی اکائی اور اہم ترین عناصر مردوزن کے حقوق وفرائض اور ان کے حیاتیاتی کردار کی وضاحت فرمائی ہے۔ معاشرہ میں عورت کے مقام ومرتبہ کے متعلق نظریات سے متعلق اقبال کے نقطہ نظر کی وضاحت کی ہے۔(۱۶) آپ نے بہت خوبصورتی سے فلسفہ حجاب کو اسلام کے فلسفہ خلوت سے مربوط کرتے ہوئے اسے ملت مسلمہ کی تشکیل کے سبب اور محرک کے طور پر بیان کیا ہے۔ یعنی ملت مسلمہ کا نقش اولین کا قلب اطہر صلی اللہ علیہ وسلم پر ابھرنا آپ کی انہی خلوتوں کے طفیل تھا جو آپ نے غارِ حرا میں رکھی تھیں۔ بقول اقبال:

نقش ما را در دل او ریختند
ملتے از خلوتش انگیختند

عالمِ قرآنی کی دوسری بنیاد، حکومت الٰہی

حکومت الٰہی عالمِ قرآنی کی دوسری بنیاد ہے۔ اس عنوان کے تحت افغانی نے سب سے پہلے یہ بتایا ہے کہ بندہ حق اور بندہ آزاد کون ہوتا ہے۔ یہاں یہ اشارہ بھی مقصود ہے کہ مردحق اور مردِ مومن کے وجود کے بغیر حکومت الٰہی کا قیام ممکن نہیں۔ جب تک معاشرے میں اہلِ حق اور اہلِ ایمان موجود نہ ہوں گے اس وقت تک محض کسی میکانکی انداز میں حکومتِ الٰہی قائم نہیں ہو سکتی۔

حکومت الٰہی کی بنیاد آئین خداداد پر ہے جس کا مصدر وماخذ وحی الٰہی ہے۔ یہاں ایک بار پھر عقل اور وحی میں تقابل پر گفتگو کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ عقل کی حدود کیا ہیں اور وحی الٰہی پر مبنی نظام کن خوبیوں کا حامل ہوتا ہے۔

وحی الٰہی سے ہٹ کر جو نظام دنیا میں بنائے گئے وہ آمریت اور چند انسانوں کی بالادستی کے علاوہ کسی کو کچھ نہیں دے سکے۔ دستور ملوکیت ہو یا جمہوریت فرنگ، یہ سب شاطری اور سوداگری ہیں۔ ان کے نتیجے میں معاشی افراتفری اور ناانصافی جنم لیتی ہے اور بے شمار معاشرتی خرابیاں بھی پیدا ہوتی ہیں ان سب برائیوں سے بچنے کا واحد راستہ یہی ہے کہ وحی الٰہی کو رہنما مانا جائے۔(۱۷)

عالمِ قرآنی کی تیسری بنیاد، زمین کا اللہ کی ملکیت ہے:

عالمِ قرآنی کی تیسری بنیاد زمین کا اللہ کی ملکیت میں ہونا ہے۔ ڈاکٹر غازی نے علامہ اقبال کی اس فکر کی یوں تعبیر

کی ہے کہ دنیا کے بیشتر انسانی اختلافات اور معاشی فسادات ملکیت زمین کے جھگڑوں کی وجہ سے ہوئے ہیں۔ اقبال کے نزدیک زمین بطور ایک عامل پیداوار کے ملک خدا ہے اور انسان اس کو اپنے تصرف میں اللہ کی شریعت کے احکام کے مطابق ہی لاسکتا ہے۔ اس عنوان کے تحت انہوں نے اسلام میں تصور مال، تصور متاع اور تصور فقر پر بھی گفتگو کی ہے۔(۱۸)

عالم قرآنی کی چوتھی بنیاد، حکمت خیر کثیر ہے

عالم قرآنی کا چوتھا ستون علم وحکمت ہے جس کو خیر کثیر قرار دیا گیا ہے۔ علم وحکمت کے بغیر کوئی کامیاب انسانی نظام قائم نہیں ہوسکتا۔ ڈاکٹر غازی نے جاوید نامہ کے حوالہ سے اسلام کے تصور علم پر گفتگو کی ہے(۱۹) اور بتایا ہے کہ علم وحکمت کا اصل ماخذ اور مصدر کیا ہے۔ اگر علم کا تعلق دل سے منقطع ہوجائے تو کیا نتائج نکلتے ہیں۔ انہوں نے علم کی دو قسمیں بتائی ہیں ایک علم طاغوتیاں کہلاتا ہے، جو خالص مادہ پرستانہ مقاصد کی پیروی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ ایک جلال بے جمال ہے جو ابلیس کے ہاتھ میں ایک منفی قوت کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ علم روحانی طور پر ایک مردہ علم ہے۔

علم بے عشق است از طاغوتیاں
علم با عشق است از لاہوتیاں

عالم قرآنی میں جس علم کی نشر واشاعت ہوتی ہے وہ علم لاہوتیاں ہے، یہ علم اخلاقی اقدار کے بارہ میں غیر جانبدار نہیں رہ سکتا بلکہ قلب ونظر کی رہنمائی اور وحی وشریعت کی روشنی میں اپنا سفر طے کرتا ہے۔ اس علم میں جلال وجمال ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ ہوتے ہیں۔ یہی علم عالم قرآنی کی بنیاد ہے اور اسی علم کی بنیاد پر عالم قرآنی کو بقا اور دوام حاصل ہوسکتا ہے۔ قرآنی سیاق کے اعتبار سے اقبال نے اسے تجلیات کلیم اور مشاہدات حکیم کا جامع علم بتایا ہے۔

روحانی مقاصد اور اعلیٰ اخلاقی اقدار سے وابستگی کے بغیر، سائنسی تحقیقات یا مادہ پرستانہ فنون کی راہنمائی میں انسانیت منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکی۔ یورپ کے یہ علوم وفنون جو اپنی خدا بیزاری اور مادہ پرستی میں ابولہب سے کم نہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ انہیں کو حیدر کرار بنایا جائے۔ اور پھر اس سے عالم قرآنی کی تعمیر وتشکیل کا کام لیا جائے۔ بقول اقبال:

کور را بینند از دیدار کن
بو لہب را حیدر کرار کن

خاتمہ:(۲۰)

خاتمہ میں ڈاکٹر غازی نے جاوید نامہ سے درجہ ذیل دو سوالوں کے جواب کا مواد فراہم کیا ہے۔

❶ عالم قرآنی کیوں وجود میں نہیں آتا؟

❷ عالم قرآنی کیوں کر وجود میں آسکتا ہے؟

پہلے سوال کے جواب میں سیر فلک میں اقبال، سعید پاشا اور افغانی کے درمیان ہونے والی گفتگو میں مذہبی قیادت کی روش کے حوالہ سے یہ بات سامنے آئی کہ جو دین وحدت اور یکجہتی پیدا کرنے آیا تھا، مسلمانوں کی مذہبی قیادت نے ایک دوسرے کو کافر قرار دے کر دین کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ آج کی قرآن فروش مذہبی قیادت کی حرکتیں دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ روح الامین بھی فریاد کناں ہوں گے، یہ قیادت قلبی اور روحانی احساسات سے بیگانہ ہو چکی ہے۔ ام الکتاب میں اس کی لفظی تاویلات سے امت پارہ پارہ ہو چکی ہے۔ مذہبی تعلیم کے ادارے اور ان کے ملا اسرارِ کتاب سے اتنے ہی ناواقف ہیں جتنا ایک پیدائشی نابینا نور آفتاب سے ناواقف ہوتا ہے۔

دوسرے سوال کے جواب میں ڈاکٹر غازی نے کلام اقبال سے درج ذیل نکات کی تشریح کی ہے:

- امت مسلمہ کا دستوار اور آئین قرآن ہے، یہ امت شان کلیمی کی مظہر ہے اور قرآن کی شکل میں اسے ید بیضا حاصل ہے۔ اسی ید بیضا کو باہر نکالنے کی ضرورت ہے۔ امت مسلمہ کو غور کرنا چاہیے کہ قوموں کو ید بیضا کس کتاب کے ذریعے حاصل ہوا، لاقیصر ولا کسری (۲۱) کا مژدۂ جاں فزا کس نے سنایا؟ یقیناً اسی کتاب نے جو ہر قسم کی ملوکیت، سرداری اور جاگیرداری کے لیے پیغام مرگ کی حیثیت رکھتی ہے، اور جو بے سہارا بندوں کو سہارا فراہم کرتی ہے۔
- آج مسلمانوں کا سیاسی نظام ملوکیت سے متاثر ہے۔ افسوس ہے کہ جس قوم نے کبھی قیصر و کسری کے طلسم کو پاش پاش کیا تھا وہ آج خود تخت ملوکیت کی اسیر بن چکی ہے۔ حالانکہ مردانِ حق، اللہ کے رنگ (۲۲) کے علاوہ کسی تہذیب و ثقافت کا رنگ و بو قبول نہیں کرتے۔ انہیں اللہ تعالیٰ کے ''کل یوم ھو فی شان'' (۲۳) کا پرتو ہونا چاہیے۔
- آج ہماری محفل میں ساز قرآن کی نوائے لایزال کا جو حصہ باقی ہے، ہمیں اُس کی حفاظت کرنی چاہیے۔ آج اگر ہمارا نغمہ بے اثر ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہماری جگہ ہزاروں نئے لوگوں کو پیدا کر سکتا ہے۔ اگر وہ اپنے اس ذکر حق کو

ہمارے درمیان سے اٹھالے تو کسی دوسری قوم کو یہ اعزاز عطا فرما سکتا ہے۔ کیونکہ ذکر حق کسی کا محتاج نہیں، ذکر حق زمان ومکان سے ماوراء ہے، ذکر حق اپنی ایک شان رکھتا ہے۔ اس کو روم وشام یا کسی اور ملک و قوم کی حاجت نہیں۔

اگر چہ آج ہمارا قافلہ سست گام ہے مگر زندگی امید پر قائم ہے۔ آزمائش سے ہی پاک نفس روحیں نکھرتی ہیں جیسے کلیم اللہ اور خلیل اللہ آزمائشوں سے گزر گئے تھے، آج ہمیں انہیں کی بے باکانہ روش اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ امت مسلمہ کو آج ایسے مرد آزاد کے نغمے کی ضرورت ہے جو کاروانِ ملت کو کوئے دوست تک پہنچا دے۔(۲۴)

حرفِ آخر:

ڈاکٹر غازی صاحب کی یہ کتاب نہ صرف اقبالیات کے طلباء کے لیئے نیا اضافہ ہے بلکہ عمومی اسلامی فکر کے دارسین کے لیئے بھی بہت مفید ہے۔

''اسلامی ریاست'' اور اقبالیات دونوں ڈاکٹر غازی کے اختصاصی اور پسندیدہ موضوع تھے۔ ''محکمات عالم قرآنی'' کی صورت میں اسلامی ریاست کے اقبالی تصور کی تعبیر وتشریح جناب غازی صاحب کے قلم سے یوں سامنے آئی ہے جس میں آپ کی مجاہدانہ زندگی، علمی رسوخ، قانونی تبحر، للھیت واخلاص اور اقبال کا سوز وساز جس کا وافر حصہ آپ کو نصیب ہوا تھا، سب کچھ باہم گھل مل گئے ہیں۔

حواشی وتعلیقات

۱۔ غازی، ڈاکٹر محمود احمد، محاضرات فقہ:525، محاضرات شریعت:544، (الفیصل پبلشرز 2009ء لاہور)۔

۲۔ انٹرویو ڈاکٹر محمود غازی بعنوان ''میری علمی اور مطالعاتی زندگی'' ماہنامہ الشریعۃ گوجرانوالہ، خصوصی اشاعت بیاد ڈاکٹر غازی، جنوری / فروری 2011ء، ص24

۳۔ علامہ محمد اقبال، ماذا نصنع یا أمم الشرق، ترجمہ نثراً محمود احمد غازی، شعراً صاوی شعلان، دارالفکر، دمشق، ط۔1: 1988: ص11 تا 13

۴۔ غازی ڈاکٹر محمود احمد، محکمات عالم قرآنی، علامہ اقبال کی نظر میں، مطبوعہ، دعوہ اکیڈمی، اسلام آباد 2002ء: ص3

۵ ں5

۶ نناً،ص6

۷ ہ اقبال، بانگ دراء حصہ سوم: ص175 کلیات اقبال (اردو) شیخ غلام علی پبلشرز لاہور، سن ندارد۔

۸۔ محکمات عالم قرآنی، 12۔

۹۔ ایضاً: 13-14

۱۰۔ ایضاً: 132-134

۱۱۔ علامہ اقبال، جاوید نامہ، ص208 کلیات اقبال (فارسی) شیخ غلام علی پبلشرز لاہور، اشاعت پنجم، مئی 1985ء۔

۱۲۔ ندوی، ابوالحسن علی، نقوش اقبال، مجلس نشریات اسلام، کراچی، سن ندارد: ص238

۱۳۔ محکمات عالم قرآنی: 17

۱۴۔ آپ نے مثنوی کے حوالہ سے تصور وحی، معجزہ، تفسیر اشاری اور تفسیر قرآن کے منہج و اسلوب کے حوالہ سے کام کی نشاندہی فرمائی ہے، ماہنامہ الشریعہ: اشاعت خصوصی: 45-46۔

۱۵۔ محکمات عالم قرآنی: 25

۱۶۔ ایضاً: 53-62

۱۷۔ ایضاً: 68-87

۱۸۔ ایضاً: 89-105

۱۹۔ ایضاً: 107-120

۲۰۔ ایضاً: 122-129

۲۱۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب الجہاد، رقم الحدیث: 2888

۲۲۔ قرآن حکیم کی آیت صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ، (البقرۃ: 138) کی طرف اشارہ ہے۔

۲۳۔ الرحمان: 29

۲۴۔ محکمات عالم قرآنی: 129